ڈاکٹر نذیر احمد پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

قدیم ایرانی عناصر اُردو ادب میں

ایران کی قدیم تاریخ کا مطالعہ فارسی اور اُردو ادب کے سلسلے میں ایک لحاظ سے ناگزیر ہے کہ اس مُلک کی تاریخ و تہذیب نے ان دونوں ادب کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا ہے۔ اساطیری و تاریخی ادوار کے بادشاہ، پہلوان، مذہبی رہنما، مذہبی تہوار اور دوسرے رسم و رواج ادبیات کے اہم موضوع ہیں۔ چنانچہ کبھی استعارے کی شکل میں، کبھی تلمیح و اشارے کے طور پر اور کبھی حقیقی انداز میں شاعروں اور ادیبوں کے کارناموں میں ان کو مؤثر جگہ ملتی رہی ہے۔ تہورس، ہوشنگ، فرکیانی، افراسیاب کیخسرو، کیکاؤس، زال، رستم، سہراب، اسفندیار، زرتشت، زند و پازند، نوشیروان، خسرو پرویز شیریں و فرہاد، مانی، مزدک، باربد ایسے نام ہیں جن سے فارسی ادب کا کیا ذکر اُردو ادب کا ہر طالب علم واقف ہے۔ صرف یہی نہیں ہماری تہذیبی زندگی میں بھی قدیم ایرانی تہذیب کے اثرات واضح طور پر قدم قدم پر ملتے ہیں۔

قدیم ایران کا آخری خاندان ساسانی خاندان ہے جس کی بنا پر اردشیر پسر بابک (ارتخشتر پاپکان) نے ۲۲۶ء میں ڈالی تھی۔ اس خاندان کی چارسو سالہ حکومت کی دنیا کی تاریخ میں بڑی اہمیت ہے اسی خاندان نے رومیوں کے سیلاب کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا ورنہ آج سے سیکڑوں سال قبل سارا مغربی ایشیا اور ہندوستان یورپ کا محکوم ہو جاتا۔ یہ خاندان بالآخر عربوں کی طاقت کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور ۶۴۰ء میں ایران پر عربوں کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن یہ بات حد درجہ قابلِ توجہ ہے کہ باوجود سیاسی قوت کے سلب ہونے اور مذہب و زبان کے تفاوت کے، ساسانیوں کی تہذیب نے عربوں کو بہت متاثر کیا۔ فتح ایران کے بعد ہی سے حکومت کے محکمے ایرانی نمونے پر ڈھلنے لگے اور خلفائے عباسی نے تو سارے ساسانی شعار اختیار کر لیے تھے۔ وہی رسم و رواج اور وہی روایات پوری زندگی پر چھا گئے۔ رفتہ رفتہ یہ روایتیں بغداد سے نکل کر تمام اسلامی

ممالک میں سرایت کر گئیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اکبر اور شاہ جہان کا دربار نوشیرواں و خسرو پرویز کا دربار معلوم ہوتا ہے۔

قدیم ایران کے پورے تاریخی دَور میں زرتشتی مذہب کو غیر معمولی فروغ حاصل رہا ہے۔ چونکہ مذہب ہی پر حکومت کی بنیاد قائم تھی، اس سے وہاں کی سیاسی و اجتماعی زندگی میں زرتشتی مذہب نے گہرے اثرات ڈالے۔ پہلوی زبان جو ساسانیوں کے دَور کی سرکاری زبان تھی اس کا زیادہ ادب مذہبی رنگ کا ہے۔ فارسی زبان و ادب نہ صرف پہلوی سے متاثر ہی ہے بلکہ اس کی جانشین ہے۔ اس بنا پر اس پر پہلوی کی بہت گہری چھاپ ہے۔ اردو بھی فارسی کے زیر اثر پروان چڑھی اس لیے اس پر فارسی اور پھر پہلوی کے نقوش بہت گہرے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زرتشتی عناصر جو پہلوی کی راہ سے فارسی میں داخل ہو گئے، کچھ ہلکے ہو کر اُردو ادب کی رگ و پے میں اس طرح سرایت کر گئے کہ اب ان میں کسی قسم کی اجنبیت باقی نہیں ہے۔ مگر جہاں تک میرا علم ہے ابھی ادیبوں نے اُردو ادب کا مطالعہ اس انداز سے نہیں کیا ہے۔ ہماری فرہنگیں بھی زیادہ دُور تک ساتھ نہیں دیتیں۔ اسی ضرورت کا احساس اس مقالے کے لکھنے کا محرک ہوا۔

ایرانی اثر کے محرکات

اردو میں ایرانی اثر کے پھیلانے کے حسب ذیل محرکات ہیں:

۱۔ اردو ادب فارسی ادب کا چربہ ہے۔

۲۔ اردو ادب کا ہر بڑا شاعر و ادیب اصلاً فارسی کا شاعر تھا۔ میرؔ، سوداؔ، دردؔ، غالبؔ اور اقبالؔ وغیرہ نے فارسی میں اتنا ہی لکھا ہے جتنا اُردو میں۔ غالبؔ نے اپنے اُردو کلام کو "بے رنگ من" کہہ کر فارسی کے "نقشہائے رنگ رنگ" پر بڑا فخر کیا ہے۔ لیکن اسی اردو زبان پر ان کی ساری شہرت کی بنیاد قائم ہے۔ اقبالؔ نے اردو کو چھوڑ کر فارسی میں کہنا شروع کر دیا تھا۔ ایسے شاعروں کے لیے فارسی کی روایت سے بے تعلق ہو جانا بہت مشکل تھا۔

۳۔ شاہنامے اور دوسری رزمیہ داستانوں کے ترجموں نے ایرانی اثرات اُردو میں عام کیے۔

۴۔ اردو ادب میں ایرانی اثرات کی سب سے زیادہ نمایندگی طویل داستانوں سے ہوتی ہے۔ ان داستانوں کی بنیاد قدیم ایرانی قصّوں پر ہے۔ داستانِ طلسم ہوشرُبا اور قصّۂ امیر حمزہ میں ایران

قدیم کی تاریخ پس منظر کا کام دیتی ہے۔ اساطیری دور کے بعض بادشاہ لہراسپ، طہماسپ، گرشاسپ، افراسیاب، جمشید، ایرج، تورج وغیرہ اور تاریخی دور کے چند بادشاہ اور دوسرے افراد نوشیرواں، شاپور وغیرہ ان کے مختلف کردار ہیں۔ یہ قصے باوجود اس کے کہ اوّل فارسی میں لکھے گئے لیکن ان میں اتنا تغیّر و تبدّل ہوا کہ اب وہ اردو ادب کے رگ و ریشے میں سرایت کر چکے ہیں اور اردو ادب ان پر بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ ان قصوں کے بعض اجزا پہلی بار اردو میں ہی تحریر ہوئے اور اس میں کسی قسم کا کلام نہیں کہ داستانِ امیر حمزہ و طلسم ہوشربا کے افراد اردو ادب کے جزو لاینفک ہیں۔ بعض اردو شاعروں نے ان کے افراد کو بطور تلمیح کے پیش کیا ہے۔ مثلاً غالب کہتے ہیں:

دُرِ معنی سے مرا صفحہ لقا کی داڑھی
غمِ گیتی سے مرا سینہ عمرؔ کی زنبیل
ہر بُنِ مُو سے دم ذکر نہ ٹپکے خوناب
حمزہ کا قصہ ہوا عشق کا چرچا نہ ہوا (غالب)

اُردو کا دوسرا اہم قصہ بوستانِ خیال ہے جو امیر حمزہ کی داستان کا جواب معلوم ہوتا ہے۔ اس میں قدیم ایرانی اثرات کیومرث، جمشید، زردشت، شیریں خسرو کے افسانوی رنگ کے واقعات کی شکل میں نمایاں ہیں۔ لیکن اس کے مصنف سے زردشت کے متعلق رائے قائم کرنے میں سخت غلطی ہوئی۔ وہ اس عظیم مذہبی شخصیت کو داستانِ امیر حمزہ کے ساحر جمشید سے بدل دیتا ہے۔ (گو اس میں اصلاً کلام نہیں کہ داستانِ امیر حمزہ میں جمشید جیسے اولوالعزم بادشاہ کو سامری کا حریف جادوگر قرار دے کر ایرانی تاریخ کا بری طرح مذاق اڑایا گیا ہے)

۵ - بعض ایرانی عشقیہ داستانیں اردو میں منتقل ہوئیں اور رفتہ رفتہ وہ اتنی مقبول ہوئیں کہ بچے بچے کی زبان پر آ گئیں۔ مثلاً شیریں فرہاد کا قصہ اتنا عام ہو گیا کہ تھیٹر کمپنیوں نے اس کو بار بار اسٹیج کیا۔

۶ - اس ڈرامائی قصے کے علاوہ وہ عشقیہ داستانیں بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتیں جو اُردو نظم میں یا تو بعینہٖ منتقل ہو گئیں یا تھوڑی سی تبدیلی سے انھوں نے اردو کا جامہ پہنا۔ بہرام گور کا قصہ فارسی مثنویوں کا اہم موضوع رہا ہے۔ قدیم اردو شاعروں نے اس کو اپنی جولانگاہ قرار دیا۔ اس سلسلے

۳۰

میں تین مثنویاں خصوصیت سے یاد ہیں :

۱ - محمد عادل شاہ بیجاپوری (م - ۱۰۶۷ ھ) کے عہد میں امین نے لکھنی شروع کی اور دوسرے شاعر دولت کے ذریعے ۱۰۵۰ ھ میں مکمل ہوئی - اس کا نام قصّہ "بہرام و حسن بانو" ہے بہرام گور حسن بانو سے شادی کرنے کے بعد ایران کے تخت پہ متمکن ہوتا ہے -

۲ - ملک خوشنود نے بہرام کی داستان کے لیے امیر خسرو (م : ۷۲۱ ھ) کی مثنوی "ہشت بہشت" کا انتخاب کیا - ملک نے ۱۰۵۶ ھ میں بیجاپور ہی میں اسے اُردو میں منتقل کیا -

۳ - ۱۰۸۱ ھ میں طبعی نے نظامی گنجوی (م - ۶۰۶ ھ) کی مثنوی "ہفت پیکر" کا ترجمہ بہرام و گل اندام" کے نام سے کیا -

غرض انہی وجوہ کی بنا پر قدیم ایرانی عناصر اردو میں داخل ہوکر خود اس زبان کے رگ و پوست ہو گئے - ذیل کے اوراق میں ان کا تعین تاریخی ترتیب سے کیا جا رہا ہے -

کیومرث

شاہنامہ میں کیومرث دنیا کا پہلا بادشاہ متصور ہوا ہے لیکن اوستا میں اس کو پہلا انسان اور ہوشنگ کو پہلا بادشاہ قرار دیا گیا ہے - مذہبی روایات میں کیومرث کو بادشاہ مطلق نہیں بنایا گیا - اس کے دو بیٹوں کا نام اوستائی روایت کے اعتبار سے مشیگ اور مشیانگ تھا - اس نام کی مختلف قرآتیں گیومرث اور کیومرت، کیومرث یا جیومرث گیومرث یا گیوک مرت سب کی سب اوستائی کلمہ گیہ مرت سے مشتق ہیں جو دو جز سے بنا ہے، گیہ بمعنی جان، مرت بمعنی موت، پس گیہ مرت بمعنی مردم فانی ہوا - کیومرث کے متعلق تاریخی، داستانی، پہلوی اور اوستائی روایت میں بڑا اختلاف ہے - اس کی بحث کے لیے "حماسہ سرائی" صفحات ۴۰۰ تا ۴۰۱ دیکھنا چاہیے -

ہوشنگ[1]

"شاہ نامہ" میں دوسرا بادشاہ ہے جو اپنے دادا کیومرث کے بعد تخت نشین ہوا - اس کا

---

[1] ہندوستان میں یہ نام بہت زیادہ مقبول نہیں ہوا - البتہ بعض بادشاہوں کے یہی نام ہیں اور بعض جگہوں کے بھی نام اس نام پر ملتے ہیں: مثلاً بھوپال کے قریب ہوشنگ آباد ہے اور اسی نام کا ایک گاؤں سیتاپور (یو-پی) کے اطراف میں ہے -

باپ سیامک[۵۱] دیووں سے جنگ کرتا مارا گیا، تو اس نے دیووں سے جنگ کی اور باپ کے خون کا بدلہ لیا۔ وہ چالیس سال بادشاہ رہا۔ اس نے لوہا اور آگ نکالی اور جشن سدہ[۵۲] کی بنیاد ڈالی، دریاؤں سے نہریں نکالیں، کھیتی کرنا، جانوروں کی کھال سے پوشاک بنانا اسی کی طرف منسوب ہے۔ لیکن "اوستا" کی روایت اس سے کچھ مختلف ہے۔ ہوشنگ پیشداد (ہوشنگیہ پرذات[۵۳]) پہلا شخص[۵۴] ہے جس کو اہورمزدا نے ہفت کشور کی سلطنت عطا کی۔ اس نے دیووں اور جادوگروں کو مغلوب کیا اور وہ بھاگ کر تاریکی میں چھپ گئے۔

اسلامی مؤرخوں کا بیان کچھ مختلف ہے۔ تاریخ طبری میں وہ ارفحشد بن سام بن نوح کی اولاد میں بتایا گیا۔ مسعودی کی روایت سے اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے: اوشہنج پسر فروال پسر سیامک پسر برنیق پسر کیومرث، اوشہنج (ہوشنگ) کیومرث کا جانشین تھا۔

جمشید

اردو شاعری کی مقبول ترین تلمیح ہے جو جاہ و جلال[۵۵]، شراب نوشی اور عرفان و پیش بینی کا نمونہ ہے۔ اردو شاعروں نے اس سے نئے نئے مفہوم پیدا کیے ہیں۔ ہم ذیل میں اردو کے دو محبوب شاعروں کے کلام سے مثالیں پیش کرتے ہیں:

خانہ تنگ ہجوم دو جہاں کیفیت
جام جمشید ہے یا قالب خشت دیوار (غالب)

---

۵۱ اوستا میں کیومرث اور ہوشنگ کے درمیان سیامک کا نام ملتا ہے مگر ان کے رشتے کے متعلق کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ "دینکرت"، جو عہد ساسانی کے اوستا کے ایک جز کا خلاصہ ہے اس میں گیومرث اور ہوشنگ کے درمیان کئی نسلیں ہیں۔ (مزید دیکھیے نقد غالب ص ۳۵۴، ۳۵۵۔

۵۲ اس قدیم ایرانی جشن کے لیے دیکھیے برہان قاطع ص ۷۵۴ متن و حاشیہ اور ص ۱۱۰ متن۔

۵۳ پرذات کے پہلے جز (پر) کے معنی پیش، اور ذات بمعنی آئین و قانون (داد، دات پہلوی) یا بمعنی مخلوق (دیکھیے حماسہ سرائی ص ۳۹۶)

۵۴ بعض مسلمان مؤرخوں نے تہمورث (تخم اروپ) کو دنیا کا پہلا بادشاہ بتایا ہے (مسعودی، مروج الذہب بحوالہ حماسہ سرائی ص ۲۹۶)

۵۵ اس کی بنا پر ہمارے یہاں کے مقبول القاب میں جم جاہ ہے۔ دیکھیے نقد غالب ص ۳۵۳)

کہا غالب سے تاریخ اس کی کیا ہے — تو بولا انشراحِ جشنِ جمشید (غالب)

بزم میں میزبانِ قیصر و جم — رزم میں اوستادِ رستم و سام 〃

سلطنت دست بدست آئی ہے — جامِ مے خاتمِ جمشید نہیں 〃

صاف دُردی کشِ پیمانۂ جم ہیں ہم لوگ — وائے وہ بادہ کہ افشردۂ انگور نہیں 〃

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا — جامِ جم سے یہ مرا جامِ سفال اچھا ہے 〃

ہوئی اس دور میں منسوب مجھ سے بادہ آشامی — پھر آیا وہ زمانہ جو جہاں میں جامِ جم نکلے 〃

وہ داد و دید گراں مایہ شرط ہے ہمدم — وگرنہ مہرِ سلیمان و جامِ جم کیا ہے 〃

گُل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا — ساغر ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نما ہو (اقبال)

ہوا اگر ہاتھوں میں تیرے خامۂ معجز رقم — شیشۂ دل ہو اگر تیرا مثالِ جامِ جم 〃

اگر دیکھا کبھی اس نے سارے عالم کو تو کیا دیکھا — نظر آئی نہ کچھ اپنی حقیقت جام سے جم کو 〃

ذرّہ میرے دل کا خورشید آشنا ہونے کو تھا — آئینہ ٹوٹا ہوا عالم نما ہونے کو تھا 〃

سنا ہے عالمِ بالا میں کوئی کیمیا گر تھا — صفا تھی جس کی خاکِ پا میں بڑھ کر ساغرِ جم سے 〃

نام لیوا جس کے شاہنشاہ عالم کے ہوئے — جانشیں قیصر کے، وارث مسندِ جم کے ہوئے 〃

نغمۂ بیداریٔ جمہور ہے سامانِ عیش — قصّۂ خواب آور اسکندر و جم کب تلک 〃

جہاں بینی مری فطرت ہے لیکن — کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

روشن ہے جامِ جمشید اب تک — شاہی نہیں ہے بے شیشہ بازی 〃

شاہنامۂ فردوسی[1] کے مطابق جمشید[2] تہمورث کا بیٹا[3] اور جانشین تھا۔ اس نے آلاتِ جنگ

---

[1] پروفیسر کرسٹن سن نے تواریخ اور شاہنامے کی روایت کے باہمی مقابلے سے "خدائی نامہ" کے جو مطالب قیاساً پیش کیے ہیں وہ مجموعی طور پر شاہنامے کے مطالب سے ملتے جلتے ہیں۔ (حماسہ سرائی ص ۴۴۹، ۴۵۰)

[2] اس کی اوستائی شکل یم خشئتہ (Kshaeta) ہے۔ جم یم (= جڑواں کی اور شید خشئتہ کی تبدیل شدہ شکل ہے۔ ادبیات سنسکرت میں یم کا نام درج ہے۔ اس کا باپ ویوسونت تھا جو اوستائی ویونگھونت سے بالکل مشابہ ہے۔ اور پہلوی ادبیات میں سنسکرت کی طرح یم کو جڑواں بتایا گیا ہے۔ (حماسہ سرائی۔ ص ۴۲۵)

[3] کرسٹن سن کے نزدیک بھائی تھا۔

تیار کیے۔ زرہ بکتر اس کی ایجاد ہے۔ اس کام میں پہلے پچاس سال صرف ہوئے۔ دوسرے پچاس سالوں میں سوت بنانا اور کپڑا بننا سکھایا، آدمیوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ کارتوزیان[1] (مذہبی رہنما) نیساریان (سپاہی)، نسودیان (کاشتکار)، اھنوخوشی (پیشہ ور) تیسرے پچاس سالوں میں پتھر سے لعل نکالا، خوشبودار اشیا کا پتہ چلایا اور کشتی چلانے کا ہنر لوگوں کو سکھایا، پھر اس نے ایک ایسا تخت تیار کیا جو اس کی مرضی سے ہوا پر اڑتا۔ ماہ فروردین کے شروع ہوتے اس تخت پر بیٹھتا اور لوگ اس روز کو نوروز کہتے۔ اس طرح جشن نوروز شروع ہوا۔ جمشید نے اپنی تین سو سالہ حکومت میں دنیا کو برائیوں سے پاک کر دیا۔ لیکن پھر اتنا مغرور ہو گیا کہ خدائی کا دعویٰ کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ سارا ملک اس کا دشمن ہو گیا اور ضحاک (دھاک) کو بادشاہ بنا کر ایرانی اور عربی لشکر کی مدد سے جمشید کو ملک سے نکال دیا۔ جمشید سو سال تک چھپا پھرتا رہا۔ بالآخر دریائے چین کے کنارے ضحاک نے اسے گرفتار کر کے اس کے جسم کو آرے سے چروا ڈالا اور اس کی دو بہنوں ارنواز اور شہرناز سے شادی کر لی۔

اوستا اور پہلوی روایتیں اس سے کافی مختلف ہیں۔ "گاتھا" میں اس کا ایک بار ذکر (یم) آیا ہے۔ اس کی رُو سے وہ ویونگھونت کا بیٹا اور پہلا گنہگار تھا جس نے آدمیوں میں گوشت خوری کی رسم پھیلائی[3]۔ جمشید کی بادہ نوشی کی روایت اوستا میں نہیں ہے۔ البتہ ایک پہلوی متن ماہ "فروردین روچ ی خوردت" میں اس کے دوزخ سے پیمانہ لانے اور لوگوں میں[4] عام کرنے کا ذکر ہے۔ ممکن ہے جام جم کا ماخذ یہی ہو۔ فردوسی[5] نے اس کی بادہ نوشی کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

۱؎ ان کی کئی اور شکلیں ہیں۔ خدائی نامہ میں آثرونان، ارتشتاران، واستریوشان، ہوتخشان ہے۔

۲؎ یہ پہلوی روایت کے مطابق ہے۔ دیکھیے متن ماہ فروردین شمارہ ۱۱ — اردو میں جشن جمشیدی سے یہی مراد ہے۔ (دیکھیے دیوان ذوق، ص ۲۳۹، ۲۶۲)

۳؎ دیکھیے حماسہ سرائی، ص ۴۲۴، ۴۵۱۔

۴؎ متن ماہ فروردین شمارہ ۱۰۔

۵؎ شاہنامۂ نادری ۱: ۷۔

جم اندیشہ از دل فراموش کرد   سہ جام مے از پیشِ جان نوش کرد
زداد ار بس یاد کردن گرفت   باہستگی راتے خوردن گرفت

"نفائس الفنون"[۱] میں صاحب بن عباد (م- ۳۸۴ھ) کے حوالے سے نقل ہے کہ جمشید نے انگور کا عرق نچوڑ کر ایک مٹکے میں رکھوا دیا۔ چند روز بعد جب اس کو چکھا تو مزا بالکل بدل گیا تھا جمشید نے زہر سمجھ کر حکم دیا کہ کوئی اسے نہ پیئے۔ ایک روز ایک کنیز جو کسی بیماری کی وجہ سے زندگی سے عاجز آ چکی تھی، زہر کے خیال سے اس کو پی کر سوگئی۔ خواب سے بیدار ہوئی تو بیماری کا اثر زائل ہو چکا تھا۔ بادشاہ کو خبر ہوئی۔ اس نے بڑا جشن برپا کیا اور شراب پی کر لذت و سرور حاصل کیا اور اس کا نام شاہ دارو رکھا۔ منوچہری دامغانی نے ایک قصیدے میں جس کا مطلع درج ذیل ہے، اسی روایت کا ذکر کیا ہے :

چنین خواندم امروز در دفتری   کہ زندہ است جمشید را دختری

صاحبِ "نوروز نامہ" نے شراب کی ایجاد کا سہرا جمشید کے ایک عزیز شمیران کے سر باندھا ہے۔ جب کہ بعض مورخوں نے شراب کو کیقباد سے منسوب کیا ہے[۲]

ضحاک

شانۂ ضحاک کے مانند اک اس کی موج   مار پیچاں بن کے ہووے متحد با خطِ جام (ذوق)

فردوسی کی روایت کے مطابق جمشید کے عہد میں مرداس نامی ایک نیک دل آدمی تھا، اس کے ایک بدسرشت بیٹا ضحاک نام کا تھا۔ جو نہایت دلیر اور جنگجو تھا، اور دس ہزار گھوڑے رکھنے کی وجہ سے بیوراسپ[۳] کہلاتا تھا۔ اس نے اہرمن کے بہکانے پر اپنے باپ مرداس کو قتل کر ڈالا۔ پھر اہرمن ایک جوان کی شکل میں آیا اور اس کا باورچی مقرر ہوا۔ ایک روز اس کے کندھے کا بوسہ لیا تو اس پر دو سانپ نمودار ہو گئے جن کی خوراک دو آدمیوں کا مغز قرار پائی۔ اسی زمانے میں ایرانیوں نے جمشید کے خلاف

۱ھ دیکھیے۔ مزدیسنا، ص ۲۶۷، ۲۶۸۔

۲ھ دیکھیے مزدیسنا، ص ۲۶۸، ۲۷۰۔

۳ھ بیرونی نے بیوراسف کو جمشید کا بھانجا لکھا ہے۔ مجمل التواریخ کی بھی یہی روایت ہے۔

بغاوت کی تھی، انھوں نے ضحاک کی مدد سے جمشید کو ملک سے نکال دیا۔ ضحاک ایران کا بادشاہ قرار پایا اور ہزار سال بادشاہی کی[۱] اس کے دور میں ملک میں ابتری اور برائی پھیل گئی۔ جب اس کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو ایک روز اس نے خواب میں اپنی سلطنت کی بربادی فریدوں کے ہاتھوں دیکھی۔ اسی درمیان کاوہ نے اس کے خلاف علمِ بغاوت[۲] بلند کر دیا اور فریدوں کو اپنا سردار مقرر کر لیا۔ فریدوں نے ضحاک کو کوہ دماوند میں الٹا لٹکا دیا، اور وہ اب تک اسی حالت میں ہے۔

فردوسی نے چند بار ضحاک کو مطلق اژدھا بھی قرار دیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ لکھتا ہے:

فریدوں چنیں پاسخ آورد باز که گر چرخ دادم دہد از فراز
برم پے اژدھا را بخاک بشویم جہاں را ز ناپاک پاک
که گر اژدہا را کنم زیرِ خاک بشویم شما را سر از گرد پاک

یہ روایت "اوستا" سے بہت قریب ہے۔ اوستائی روایت اژی دھاک پہلوی ادبیات میں بھی پائی جاتی ہے (بندھشن میں دھاک ہے) یہ دو چیز سے مرکب ہے، اژی یعنی سانپ، اور دھاک اہرمنی مخلوق ہے۔ "اوستا" اور پہلوی روایت کی رو سے اژی دھاک ایک خطرناک اہرمن ہے جس کے تین منہ، تین سر اور چھ آنکھیں ہیں اور وہ تمام فساد کا سرچشمہ ہے۔ محققین کا خیال ہے کہ ضحاک کے شانے پر سانپوں کی داستان اسی سے ماخوذ معلوم[۳] ہوتی ہے۔ مسلمان مورخوں کی روایت اگرچہ آپس میں مختلف ہے، مگر مجموعی طور پر ان سے فردوسی کی روایت[۴] کی تائید ہوتی ہے

فریدوں[۵]

شاہنامہ کی روایت کے مطابق فریدوں جمشید کی نسل سے تھا۔ اس کا باپ آبتین اور ماں فرانک تھی۔ آبتین ضحاک کے حکم سے قتل ہوا اور اس کا مغز سانپوں کی خوراک بنا۔ فریدوں کی ماں جنگل میں بھاگ گئی اور اپنے بیٹے کی پرورش پرمایہ نامی ایک گائے کے دودھ سے کرنے لگی۔ ضحاک کو اس

---

[۱] بیرونی کا خیال ہے کہ ایرانی دعا کا ہزار سال "بزی" اسی سے پیدا ہوئی (آثار الباقیہ ص ۲۲۳)
[۲] درفش کاویانی یہیں سے شروع ہوا۔
[۳] حماسہ سرائی صفحہ ۴۵۵، ۴۵۶ [۴] ایضاً ص ۴۶۱
[۵] ہندوستان میں فریدوں فر، فریدوں جاہ جیسے القاب کا عام ہونا اس کی مقبولیت کی دلیل ہے۔

باتوں کا علم ہوا اور وہ اُن کے درپے آزار ہوا۔ اس کی ماں اپنے بیٹے کو لے کر ایران سے نکل بھاگی۔ جب فریدوں بڑا ہوا تو اس نے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کا مصمم ارادہ کیا۔ اسی درمیان کاوہ آہنگر باغی ہو چکا تھا۔ اس نے فریدوں کو بادشاہ منتخب کرکے ہوخت گنگ کے قلعہ پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اور جمشید کی دونوں بہنوں ارنواز اور شہر ناز کو رہا کیا۔ ضحاک بھاگ کر ہندوستان چلا آیا۔ کچھ دنوں بعد ہوخت گنگ پہنچ گیا۔ فریدوں کو اطلاع ہوئی تو اس کو قید کر دیا اور کوہ دماوند میں لٹکا دیا۔

فریدوں نے ملک کو تین حصوں میں تقسیم کرکے اپنے بیٹوں کو دے دیا۔ ایران ایرج کو، روم سلم کو اور توران تور کے سپرد کیا۔ کچھ ہی دنوں میں تور اور سلم نے مل کر ایرج کو قتل کر دیا۔ فریدوں پر اس واقعے کا بہت گہرا اثر ہوا۔ اس نے منوچہر کی مدد سے ایرج کے خون کا بدلہ تور اور سلم سے لیا۔ اس طرح اس کے تینوں بیٹے اس کی زندگی ہی میں ختم ہو گئے۔ فریدوں منوچہر کو تخت سپرد کرکے گوشہ گیر ہوا اور چند ہی روز بعد رحلت کر گیا۔

فریدوں کا ذکر "اوستا" اور پہلوی روایت میں کثرت سے ہوا ہے۔ اس کے نام کی اوستائی شکل ثراتئون اور پہلوی فرے تون ہے۔ آبان یشت (فقرے ۳۳، ۳۴) میں ہے اثوی کا بیٹا ثراتئون پہلوانی خاندان کا ہے۔ ملک ورن میں سو گھوڑے، ایک ہزار گائیں دس ہزار بھیڑیں اناہیتا کے لیے قربان کیں۔ اور اژی دھاک پر غلبہ پانے اور اس کی دو بیویوں ارنوگ اور سنگھوک کو حاصل کرنے کی درخواست کی۔ پہلوی متن "ماہ فروردین" میں[1] ہے کہ ماہ فروردین میں بروز خرداد فریدوں نے ملک کے تین حصے کرکے اپنے تینوں بیٹوں میں تقسیم کر دیا اور تینوں کی شادی عربی بادشاہ بوخت خسرو[2] کی لڑکیوں سے کی۔ سلم و تور نے ایرج کو قتل کیا۔ پھر منوچہر نے سلم و تور کو ایرج کے خون کے عوض مار ڈالا۔

ضحاک پر غلبہ پانے کے سلسلے میں عربی مورخوں کے یہاں مختلف روایات ملتی ہیں۔ اس کی طرف بہت سے جشن منسوب ہیں، منجملہ ان کے جشن مہرگان جو نوروز کے بعد سب سے بڑا تہوار ہے اور ۱۲ ماہ مہر

---

[1] شمارہ ۱ تا ۱۶

[2] شاہ نامہ میں سرو بادشاہ یمن ہے۔

سے شروع ہوتا ہے، فریدون کی فتحیابی کی یاد کے طور پر[1] منایا گیا۔ بیرونی نے لکھا ہے[2] کہ کستی (= زنار) کے باندھنے اور زمزمہ کی رسم اس فتح کے شکرانے کے طور پر شروع ہوئی۔ درامزینان یا کاکثل کا جشن جو ۱۵ دیما کی رات کو ہوتا ہے[3]۔ اس عہد سے منسوب ہے۔

درفش کاویانی

رہے نام فریدون تا درفش کاویانی سے — رہے دارا کو تا نام آوری تاجِ کیانی سے (ذوق)

سلطنتِ ایران کے جھنڈے[4] کا نام تھا۔ اس کی ابتدا ایران کی قدیم اساطیری روایت سے وابستہ ہے۔ دھاک (ضحاک) کی ظالمانہ حکومت کے ہزار برس گزر جانے پر ایک لوہار کاوک (کاوہ) نے اپنی دھونکنی کے چمڑے کو ایک نیزے کے سر پہ باندھا اور اس جھنڈے کے ساتھ اعلانِ بغاوت کیا اور فریدوں کی سرکردگی میں ضحاک کے ظلم وستم کا خاتمہ کر دیا۔ اس وقت سے یہ جھنڈا شاہانِ ایران کا قومی جھنڈا قرار پایا اور اسی کاوہ کے نام پہ اس کا نام درفش کاویانی رکھا گیا۔ اس جھنڈے کا وصف بہت سے عربی و فارسی مصنفین نے بیان کیا ہے جن کے بیانات فردوسی کے اس بیان سے مشابہ ہیں۔

ہمان طوس با کاویانی درفش — ہمی رفت با کوس وزرینہ کفش
بیاورد وپیش جہانجوے برد — زمین را ببوسید و او را سپرد
بدو گفت کین کوس وزرینہ کفش — خجستہ ہمیں کاویانی درفش

ایرج

فریدوں کا بیٹا تھا جو اپنے دو بھائیوں سام و تور کے ہاتھوں قتل ہوا، موجودہ "اوستا" میں یہ داستان مفقود ہے، البتہ "دینکرت" میں "اوستا" کے ایک مفقود حصّے کے حوالے سے آیا ہے[5] کہ فریدون نے اپنا ملک اپنے تین بیٹوں سرم، تورج اور ارج کے درمیان تقسیم کیا تھا۔ "بندھشن"

---

۱ آثار الباقیہ، ص ۲۲۳ — ۲ ایضاً

۳ دیکھیے حماسہ سرائی، ص ۴۶۰-۴۶۸

۴ دیکھیے ایران بعہدِ ساسانیاں، ص ۶۷۷-۶۸۱

۵ حماسہ سرائی، ص ۴۶۹

فصل ششم میں حسب ذیل روایت ملتی ہے :

"در ہزارۂ سوم فریدون کشور بخش کرد، سرم و تور ج ارج را کشتند و فرزندان ہو بختگان پراگندند، اندر ہمیں ہزارہ منوشچہر زاد و کین ارج بخواست"۔

سلم و تور و ایرج کی وجہ تسمیہ کے سلسلے میں "شاہ نامہ" کی دلچسپ[1] روایت یہ ہے۔

"جب فریدوں کے تینوں بیٹوں کی شادی سرو شاہ کی بیٹیوں سے ہوگئی تو ایک روز فریدوں نے ان کی آزمائش کے لیے اژدہا کی شکل اختیار کی اور سب سے پہلے بڑے بیٹے کے نزدیک آیا۔ اس نے اژدہے سے لڑنے سے انکار کردیا۔ دوسرے بیٹے نے چلہ چڑھایا، اور لڑنے کی تیاری کی مگر آخر میں ہمت ہار کر بھاگ نکلا۔ تیسرے نے تلوار نکالی اور اپنا نام لے کر اژدہے پر حملہ کیا۔ فریدوں نے جب یہ حال دیکھا تو اپنی اصلی صورت میں آگیا اور ہر ایک کو الگ الگ نام دیا۔ بڑے کو جو اژدہے سے بچ گیا تھا سلم (سلامت)، منجھلے کو جس نے کسی قدر دلیری کا مظاہرہ کیا تھا تور (تندی جو)، اور چھوٹے کو جو بڑا حوصلہ مند اور صاحب رائے تھا ایرج نام دیا"۔

تور

فریدوں کا دوسرا بیٹا تھا، تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

گرشاسپ

فردوسی کی روایت کے مطابق نوذر پسر منوچہر کی اولاد میں کوئی بادشاہی کے لائق نہ تھا۔ تو زاب پسر طہماسپ کو جو فریدوں کی اولاد میں سے تھا، ایران کا تخت سپرد کیا گیا۔ وہ پانچ سال کی حکومت کے بعد مر گیا۔ اس کے بعد گرشاسپ تخت نشین ہوا اور اس نے ۹ سال حکومت کی۔ اس کی حکومت کے آخری سال افراسیاب پشنگ کی تجویز پر ایران کی طرف متوجہ ہوا۔ گرشاسپ پر ایران میں پیش دادیوں کی حکومت کا خاتمہ[2] ہوجاتا ہے۔ سام کے باپ یعنی رستم کے دادا کا بھی یہی نام تھا، وہ ایک نامی پہلوان تھا جس کا اس بادشاہ سے کوئی تعلق نہیں۔ (باقی آئندہ)

---

۱ حماسہ سرائی، ص ۴۷۲، ۴۷۳ ۲ حماسہ سرائی، ص ۴۸۲